اُردو افسانے کی جہت نمائیاں

ڈاکٹر محمد ہارون قادر، صدر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

New techniques in the field of Urdu Short story have changed the complexion of classical styles of fiction writings. Dr. Saadat Saeed as a critic has played a pivotal role as far as the methodology of understanding or apprehension of symbolic and metaphorical expressions of modern Urdu short story is concerned. New Urdu short story writers are deeply influenced by the contemporary techniques prevalent in the western literary scenario. The critic under study has never appreciated the superfluous traditions reflecting in Urdu literature. In this perspective he has given full value to the rebellion of new short story writers. It was against the rotten contents of classical Urdu short stories.

اُردو افسانے نے بہت کم عرصے میں وہ مقام حاصل کر لیا ہے کہ اسے بین الاقوامی افسانے سے نسبت دی جا رہی ہے۔ پریم چند، سعادت حسن منٹو، احمد ندیم قاسمی، غلام عباس، ممتاز مفتی، قرۃ العین حیدر عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، اشفاق احمد اور انتظار حسین کے افسانوں کو بین الاقوامی حلقوں میں بڑے پیمانے پر مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ سریندر پرکاش، بلراج مینرا، انور سجاد، عبداللہ حسین، جمیلہ ہاشمی، ہاجرہ مسرور، انیس ناگی، مسعود اشعر، خدیجہ مستور، بانو قدسیہ، خالدہ حسین، مسعود مفتی، رشید امجد، سمیع آہوجا وغیرہ نے بھی اپنے فن سے ایک عالم کو متاثر کیا ہے۔ رام لعل، ڈاکٹر سلیم اختر، فرخندہ لودھی، محمد منشا یاد، نیر مسعود، یونس جاوید، اسد محمد خان، انوار احمد، زاہدہ حنا، ذکاء الرحمٰن، مظہر الاسلام، مرزا حامد بیگ، سعید انجم، آصف فرخی کے افسانوں کے تناظر میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے افسانے کے فنی اور فکری لوازمات کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ ممتاز شیریں، انتظار حسین، ڈاکٹر سلیم اختر، شمیم حنفی، ڈاکٹر سعادت سعید، انوار احمد، مرزا حامد بیگ، انتظار حسین نے اُردو افسانے کے معیاری اور اقداری سلسلوں کا تعین کرنے کے لیے اپنی تنقیدی کتب میں عمدہ مضامین شائع کیے ہیں۔ علاوہ ازیں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اُردو افسانہ پر پی۔ ایچ ڈی۔ ایم۔ فل اور ایم۔ اے کی سطح پر ہونے والے مقالوں نے علحدہ دھومیں مچا رکھی ہیں۔ یوں شاید ہی کوئی اہم اُردو افسانہ نگار ایسا ہو کہ جو اس ناقدری کے دور میں بھی نظر انداز ہوا ہو۔ انوار احمد نے ایک مبسوط کتاب کی صورت اُردو افسانے کی ایک صدی کی کہانی رقم کی ہے۔

جن لوگوں نے موجودہ دور میں نئے اُردو افسانے میں موجود فنی اور فکری جہتوں کا سراغ لگایا ہے ان میں سعادت سعید

کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔انہوں نے ستر کی دہائی سے نئے اُردو افسانے کی بنیادوں کی تلاش شروع کی۔اس حوالے سے ان کے فنون میں چھپنے والے ایک مضمون ''مسئلہ کا مسئلہ'' ۱میں ان رجحانات کی نشاندہی ہوئی ہے کہ جن کے حوالے سے نئے اُردو ادب کی واضح شکل سامنے آئی ہے۔اس مضمون میں انہوں نے انتظار حسین، منیر نیازی اور انیس ناگی کے تخلیقی ادب اور سجاد باقر رضوی، وزیر آغا اور یونیورسٹیوں سے متعلقہ نصابی نقادوں کے تنقیدی زاویوں کا تجزیہ کیا تھا۔اس مضمون نے سعادت سعید کو 'دشمنوں کے درمیان شام' گزارنے پر مجبور کیا۔ان کی آرا کی وجہ سے ایک عرصے تک چند گروہ بند ادیبوں نے انہیں معاف نہیں کیا اور ہر جگہ ان کا رستے روکنے کی کوششیں ہوئیں۔سعادت سعید ان مخالفتوں کے باوجود نئے افسانے کے حامیوں اور نئی شاعری کے ماننے والوں کے ادب پر بدستور لکھتے رہے۔نئے افسانے کے فروغ میں ہندوستان میں جو تنقیدی کام شمیم حنفی، بلراج مینرا اور محمود ہاشمی نے کیا وہی کام پاکستان میں پاکستانی افسانہ نگاروں کے پس منظر میں سعادت سعید نے کیا۔

ڈاکٹر سعادت سعید کی تنقید کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے افضل بخاری نے دی نیوز لاہور میں احتشام حسین پر مضمون لکھتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ہندوستان اور پاکستان کے ان نقادوں میں سے ہیں جنہوں نے نظری تنقید کو اپنا مطمح نظر بنا رکھا ہے۔۲اس حوالے سے انہوں نے گوپی چند نارنگ، شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر سلیم اختر کی تنقید کو بھی سراہا تھا۔ڈاکٹر سعادت سعید نے شاعری کے ساتھ ساتھ افسانہ نگاری بھی کی۔ان کے کئی افسانے ساہیوال کی ادبی مجلسوں میں تنقید کے لیے پیش ہوئے۔علاوہ ازیں انہوں نے کالج میگزین ''ساہیوال'' میں بھی اپنے افسانے چھپوائے۔ان کا ایک افسانہ ۱۹۶۸ء میں اسلامیہ کالج سول لائنز کے رسالے میں بھی طبع ہوا اس کا عنوان ''ڈائن'' تھا۔اس افسانے کو وجودی افسانے کی ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔سعادت سعید نے افسانہ نگاری کی تخلیقی جہت کا ذائقہ چکھنے کے بعد اس سے نظری حوالوں سے ربط رکھا۔ ۱۹۶۸ء میں اورینٹل کالج کی مجلس اُردو میں انہوں نے ''پاکستانی اُردو افسانے کے دس سال'' کے نام سے ایک تفصیلی مضمون پڑھا جس میں غلام عباس، جمیلہ ہاشمی، بانو قدسیہ، ممتاز شیریں، خالدہ حسین، انتظار حسین، اشفاق احمد، ذکاء الرحمٰن، انور سجاد، منیر احمد شیخ اور عبداللہ حسین کی افسانہ نگاری پر نئے افسانوی رجحانات کے پس منظر میں سیر حاصل مباحث قلمبند ہوئے تھے۔اس مضمون میں انہوں نے ممتاز شیریں کی کتاب ''معیار'' سے بھر پور استفادہ کیا تھا۔سعادت سعید نے اپنے وجودی خیالات کی روشنی میں کئی معاصر اُردو افسانہ نگاروں پر تفصیلی مضمون لکھے ہیں۔ان میں سے چند مضامین ان کی کتاب ''جہت نمائی'' میں طبع ہوئے ہیں۔

افسانوی تنقید کے حوالے سے ''جہت نمائی'' کا عنوان چونکا دینے والا تھا۔سعادت سعید معاصر افسانہ نگاروں کے ضمن میں کونسی جہت دکھانا چاہتے تھے۔کیا اس کتاب میں افسانہ نگاروں کو کوئی ڈائرکشن دی گئی ہے؟ کتاب کے مطالعے کے بعد ان سوالوں کے تشفی بخش جواب مل جاتے ہیں۔اس کتاب میں افسانہ نگاری کے فن اور تکنیکوں پر زیادہ طویل مباحث موجود نہیں ہیں۔تاہم مصنف نے اپنے منتخب کردہ افسانہ نگاروں کے نقطہ ہائے نظر کے بارے میں سوالات ضرور پوچھے ہیں۔یہ سوالات جہاں مارکسی اور وجودی فکر کے پس منظر میں ابھرے ہیں وہاں اس بات کی داد بھی ضروری دینی پڑتی ہے کہ ان میں کسی طے شدہ منصوبے یا منشور کے تحت فیصلے صادر نہیں کیے گئے۔جہت نمائی کے اکثر مضامین وضاحتی ہیں۔اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ جن اافسانہ نگاروں پر بحث کی گئی ہے ان کے اکثر افسانے علامتی یا استعاراتی پیرایوں میں لکھے گئے ہیں۔ان کی وضاحت سے قارئین کے لیے افہام وتفہیم کے نئے رستے کھلے ہیں۔

سعادت سعید نے ''دس نئے اُردو افسانہ نگاروں ۳'' کے حوالے سے جو مضمون لکھے ہیں ان میں سے بعض کے عنوانات

اپنے فکری مواد کی وضاحت کرتے نظر آتے ہیں۔انہوں نے انتظار حسین کے افسانوں کو'' افسانہ نگاری کا جہان تازہ'' قرار دیا ہے۴۔انور سجاد کے مجموعے استعارے کو'' وجود فی الحال + تخلیقی اظہار ۔روایت = استعارے'' کے ریاضیاتی عنوان سے پرکھا گیا ہے ۵۔خالدہ حسین کے وجودی تھیمز کو'' پہچان'' کے نام سے پیش کیا گیا ہے۶۔مسعود اشعر کے افسانوی مجموعے کا عنوان'' آنکھوں پر دونوں ہاتھ'' ہے ۷۔اس میں عصری فکر کی بصارت کے بارے میں کئی سوالات کی نشاندہی کی گئی ہے۔سمیع آہوجا کو سعادت سعید نے افسانے کے غیر معمولی اسلوب کا موجد جان کر ان کے اولین افسانوی مجموعے'' جہنم جمع میں'' کے قومی اور بین الاقوامی پس منظر میں لکھے گئے افسانوں کو سامراجی عزائم اور طبقاتی ناہمواری کے تناظر میں پرکھنے کا جتن کیا ہے۸۔رشید امجد کے افسانے مصنف کو'' ہولناک عہد کی تصویریں'' نظر آئے ۹۔انیس ناگی کے وجودی افسانوں کا سعادت سعید نے'' حکایات کی حکایت'' کےعنوان سے جائزہ لیا ہے۱۰۔سعید انجم کے افسانوں کو ان کے مارکسی نقطہ نظر کے ضمن میں'' سینۂ گیتی میں نئے دل کے نئے خواب'' کہا گیا ہے۱۱۔ مرزا حامد بیگ کے افسانے'' شام اور رات کے مظاہر کی اسطور'' کے خوبصورت عنوان کے تحت زیر بحث آئے ہیں۱۲۔سعادت سعید نے انور سین رائے کے فکشن کا تجزیہ'' محکومی کے اسرار'' کےعنوان سے کیا ہے۱۳۔یوں وہ علامہ اقبال کے تصور آزادی کے حوالے سے عہد حاضر کی غلامی اور محکومی کی نشاندہی کر پائے ہیں۔''اجلے پھول'' اشفاق احمد کے عمدہ افسانوں کا مجموعہ ہے۱۴۔اس مجموعے میں انہیں اشفاق احمد کا اجلا باطن دمکتا نظر آیا ہے۔سعادت سعید نے''منزلیں دارکی'' کےعنوان سے ندرت الطاف کی کہانیاں کا جائزہ لیا ہے۱۵۔ندرت الطاف کی ترقی پسندانہ سوچ انہیں پسند آئی ہے۔عذرا اصغر کے افسانے انہیں ایک محبّ وطن خاتون کے افسانے دکھائی دیئے ۱۶۔ان میں مشرقی پاکستان کے المیے پر بھی دردمندانہ انداز سے اظہار خیال کیا گیا ہے۔خان فضل الرحمٰن کی افسانوی تخلیقات میں سعادت سعید نے ان کے مسلک لذاتیہ اور مسلک رواقیہ کے جلوے دیکھے ہیں۔۱۷

سعادت سعید نے کئی معاصر اُردو افسانہ نگاروں کے مجموعوں پر پیش لفظ بھی لکھے ہیں۔اس حوالے سے سمیع آہوجہ، یونس جاوید کے مجموعوں کے طویل دیباچے نئی افسانہ نگاری کی نظری حد بندی کرتے ہیں۔سعادت سعید نے خدیجہ مستور کی افسانہ نگاری پر بھی ایک سیر حاصل فکری مضمون لکھا ہے۔نیلم احمد بشیر، پروین عاطف اور فردوس جمال کے افسانوی مجموعوں پر انہوں نے طویل مضمون لکھے ہیں۔

سعادت سعید نے اپنے تنقیدی مضامین میں ساختیات، نسائیت، نو آبادیاتی سائیکی، تاریخیت، تحلیل نفسی، وجودیت، مارکسزم، جدیدیت، مابعد جدیدیت، ڈی کنسٹرکشن اور عصری لسانی فلسفوں سے یوں استفادہ کیا ہے کہ ان کے وجودی مارکسی نظریئے کی جھلکیاں ان کی تحریروں میں رچی بسی نظر آتی ہیں ۱۸۔انہوں نے اپنے ان نظریات کو ۱۹۸۵ء میں افسانہ ورکشاپ، غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی میں نئے اُردو افسانے پر گفتگو کرتے ہوئے بھی پیش کیا۔اس سیمینار پر''اُردو افسانہ'' کے نام سے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ایک کتاب بھی شائع کی ہے۔۱۹۸۸ء میں''احمد ندیم قاسمی کے شعروادب اور افسانہ نگاری'' پر ابوظہبی میں منعقد ہونے والے ایک ادبی سیمینار میں میں انہوں نے احمد ندیم قاسمی کے افسانوی مجموعوں پر ایک طویل مضمون پڑھا تھا جو بعد میں کسی رسالے کی زینت بنا۔

اوسلو (ناروے) کی پبلک لائبریری میں شعبہ غیر ملکی ادب کی دعوت پر سعادت سعید نے اُردو ادب پر انگریزی زبان میں جو لیکچر ۱۹۹۵ء میں دیا تھا اس میں نئی شاعری کے ساتھ ساتھ انہوں نے نئے پاکستانی افسانے کی بنیادوں پر بھی گفتگو کی

تھی۔رحمان مذنب کی افسانہ نگاری پر رحمان مذنب ٹرسٹ کے زیر اہتمام الحمرا آرٹس کونسل، لاہور میں پڑھے جانے والے اپنے مضمون میں سعادت سعید نے براتھل ہاؤسز میں پروان چڑھنے والی سائیکی کا تجزیہ کیا تھا۔اسی نوع کا تجزیہ گورنمنٹ کالج لاہور سے ۲۰۰۵ء میں منٹو پر چھپنے والی کتاب میں ''پھندنے کا لسانی تشکیلی فیبرک'' کے عنوان سے ملتا ہے۔ناصر باغ لاہور میں ''حمید شاہد کے افسانے'' کے نام سے ایک مضمون سعادت سعید نے انجمن ترقی پسند مصنفین لاہور کے زیر اہتمام پڑھا۔۲۰۰۸ء میں قرۃ العین حیدر خصوصی مطالعہ کے عنوان سے انجمن ترقی پسند مصنفین کے خصوصی اجلاس میں بھی سعادت سعید نے ایک تفصیلی مضمون پیش کیا۔غلام فرید کاٹھیہ کے افسانے کے عنوان سے انہوں نے ۲۰۰۹ء میں بلدیہ ساہیوال کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں اپنا مضمون پڑھ کر سنایا۔اسی سال ''معاصر اردو فکشن'' پر سعادت سعید نے عالمی افسانہ سیمینار، الحمرا، لاہور میں اُردو افسانے کے جدید ترین رجحانات پر محاکمہ آرائی کی۔

۲۰۱۲ء میں سعادت سعید نے ''منٹو، میرا جی اور عصری آگہی'' کے عنوان سے میرا جی اور منٹو کانفرنس زیر اہتمام پاکستان رائٹرز، (SOAS) ہال یونیورسٹی آف لندن میں مہمان خصوصی کے طور پر ایک طویل لیکچر دیا۔اس اجلاس کی صدارت ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے کی۔اسی سال ''منٹو اور تجارتی دنیا'' کے نام سے اُردو تحریک لندن، کلاس روم، لندن یونیورسٹی لندن میں سعادت سعید نے ایک تفصیلی لیکچر دیا۔۲۰۱۰ء میں ''یونس جاوید کی افسانہ نگاری'' کے عنوان سے انہوں نے ایمبیسیڈر ہوٹل میں تفصیلی گفتگو کی۔''سسی فس کی موت'' کے عنوان سے انہوں نے انیس ناگی کی وجودی افسانہ نگار پر مضمون پڑھا۔منٹو کے حوالے سے، انجمن ترقی پسند مصنفین لاہور کے ۲۰۱۲ء میں منعقد ہونے والے ایک سیمینار میں سعادت سعید کے مقالے کو بہت پسند کیا گیا۔اکادمی ادبیات کے زیر اہتمام منعقدہ منٹو سیمینار میں انہوں نے منٹو اور صارفیت کے عنوان سے جو مضمون پڑھا وہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے منٹو صدی پر چھپنے والی کتاب میں شائع ہوا۔سعادت سعید نے ''منٹو کے افسانوں کی سماجی معنویت'' کے نام سے ایشین اسٹڈی گروپ، جمخانہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنس میں اپنا طویل مضمون سنایا۔منٹو اور سماجی حکایت کے نام سے رسالہ ملن، لاہور میں بھی ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔''منٹو، آزاد ادراک اور محتسب'' کے نام سے منٹو پر ان کا پہلا مضمون ۱۹۸۰ء میں رسالہ تخلیق، لاہور میں شائع ہوا تھا۔تب سے اب تک انہوں نے منٹو پر انگریزی اور اُردو میں کئی مضامین لکھے ہیں۔''اُردو افسانے کا نیا اسلوب: منٹو'' کے عنوان سے ان کا مضمون ۱۹۸۸ء میں رسالہ نوشتہ، ملتان میں چھپا۔منٹو ہی پر ان کا مضمون ''ایک تحقیقی مقالہ'' کے نام سے ۱۹۹۱ء میں دانشور، لاہور (منٹو نمبر) میں انیس ناگی نے چھاپا۔یوں ان کی ایک کتاب ان کے منٹو کے حوالے سے لکھے گئے افسانوں پر مشتمل چھپنے کے لیے تیار ہے۔

''انتظار حسین سے ایک گفتگو'' کے نام سے ان کا مصاحبہ کتاب نما، دہلی میں شائع ہوا تھا۔''بارشوں کی آرزو'' کے نام سے ۱۹۸۸ء میں فردوس جمال کے افسانوں پر سعادت سعید نے تخلیق، لاہور میں ایک مضمون شائع کروایا تھا۔سعادت سعید نے ''خالدہ حسین کے افسانے'' کے نام سے ۱۹۹۲ء میں ادب لطیف، لاہور میں اپنا مضمون شائع کروایا جس میں ان کے افسانوی مجموعے ''دروازہ'' کا جائزہ لیا گیا تھا۔''بانو احمد کے افسانے'' کے عنوان سے جہاں نما لاہور میں سعادت سعید کا ایک مضمون ۲۳ اپریل ۱۹۹۶ء کو شائع ہوا۔سعادت سعید نے روزنامہ جنگ کے لیے کئے گئے پینل اور سولو ادبی انٹرویوز اور مذاکرے جو ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۵ء تک کیے تھے ان میں کئی افسانہ نگاروں کے انٹرویو بھی شائع ہوئے تھے اس حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر، انتظار حسین، ممتاز مفتی، انیس ناگی، صلاح الدین پرویز کے نام اہم ہیں۔افسانہ نگاری کے حوالے سے انہوں نے خواتین افسانہ نگار،

کے عنوان سے ایک مذاکرہ بھی ترتیب دیا تھا۔ ''خان فضل الرحمٰن کے افسانے'' کے نام سے انہوں نے ۱۹۸۱ء میں صلاح الدین محمود کی صدارت میں حلقہ ارباب ذوق میں ایک مضمون پیش کیا۔ ''اشفاق احمد خصوصی مطالعہ'' کے نام سے انہوں نے ۲۷ فروری ۱۹۸۲ء کو حلقہ ارباب ذوق میں اپنا مضمون پڑھا۔ اسی طرح ''نیا اُردو افسانہ'' کے نام سے ۱۹۸۳ء میں حلقہ ارباب ذوق لاہور ایک اجلاس میں انتظار حسین کی زیر صدارت ایک مقالہ پیش کیا۔ ''آنندی ایک جائزہ'' کے عنوان سے سعادت سعید نے غلام عباس پر اپنا مضمون حلقہ ارباب ذوق لاہور میں زیر صدارت قاضی جاوید پڑھ کر سنایا۔ سعادت سعید نے اُردو اور دیگر کئی زبانوں کے افسانہ نگاروں پر انگریزی میں بھی مضامین لکھے ہیں جو ''دی نیوز انٹرنیشنل، لاہور'' اور ''ویسٹا: دی پوسٹ، لاہور'' میں شائع ہوئے ان میں سے چند کے عنوانات کے تراجم ملاحظہ ہوں: ''میکسم گورکی بمقابلہ دوستوو سکی''، ''فرانز کافکا کے اُردو تراجم''، ''سعید انجم کے افسانے''، ''منٹو اور سماجی تناظر''، ''منٹو''، ''افسانوی تکنیکیں''، ''رشید امجد کے افسانے''، ''انتظار حسین ایک خود ساختہ رجعت پسند''، ''منٹو ایک آزاد حقیقت نگار''، ''ادراک کے ویرانے سے پرے''، ''طارق محمود کی افسانوی تکنیک''، ''ممتاز مفتی انسانی حوالے''، ''مغرب میں اُردو افسانہ''، ''نوبل انعام یافتہ افسانہ نگار''، ''یاد منٹو''، ''کافکا نئے افسانے کا بانی''، ''خواب اور پتنگ''، ''اور ایک نیا افسانہ نگار۔ علاوہ ازیں مجلّہ دی راوی (انگریزی سیکشن) میں بھی منٹو، گورکی، دوستوسکی کے حوالے سے ان کے مضامین طبع ہوئے ہیں۔ سعادت سعید کی انگریزی کتاب ''اے وائلڈ گوز چیز'' میں بھی چند مغربی اور مشرقی افسانہ نگاروں پر فکر انگیز تحریریں موجود ہیں۔

سعادت سعید کے افسانے کے بارے میں خیالات جاننے کے لیے ذیل میں دیا گیا اقتباس سودمند ثابت ہوگا:

> ''ہمارے عہد تک آتے آتے افسانے کی قلب ماہیت ہو چکی ہے۔ ترسیل واقعات اور تشکیل کردار کے انداز بدل گئے ہیں۔ زمان و مکاں کی سخت قیود ٹوٹ چکی ہیں۔ پلاٹ میں استعمال ہونے والی علت و معلول کی منطق قصہ پارینہ ہو چکی ہے۔ آغاز، نقطہ نظر، عروج اور اختتام کے روایتی تصورات غیر مسلمہ ہو چکے ہیں۔ کرداری، واقعاتی، تمثیلی اور اخلاقی کہانی سے نجات حاصل ہوئی ہے۔ سچوایشنل، مظہریاتی، استعاراتی اور علامتی اور فکری کہانی کی ترمیم کا رستہ ہموار ہوا ہے۔ نیا افسانہ نگار مبصر محض کا کردار ادا کرنے سے کوسوں دور بھاگتا ہے وہ زندگی کے بدنما یا خوشنما چہرے کو منعکس کرنے والا آئینہ نہیں رہا۔ کردار نویسی کے سلسلے میں عامل اور معمول والی نفسیات اس کے دائرہ شعور سے بارہ پتھر باہر ہے۔ قارئین کے لئے اصلاح اخلاق کا مکتب کھولنا بھی اس کی فنی اخلاقیات میں جائز نہیں ہے۔ نئے عہد میں زندگی بھی تو بہت پیچیدہ ہو گئی ہے۔ انسانی کردار بھی بہت الجھ گیا ہے۔ فکر و شعور کے راہوار بھی غیر مختتم بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ قطرے میں دجلہ اور ذرے میں سورج دکھانے والا صوفیانہ رویہ نئی سائنسی اور علمی ترقی کی کٹھالی میں پگھل کر مادیت آشنا ہو چکا ہے۔ فکریات، نفسیات، اقتصادیات، سماجیات، سیاسیات، اسطوریات، اخلاقیات اور طبیعیات کے میدانوں میں ہونے والی تحقیقات نے کچھ اس طور ادب کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے کہ اس کی روایتی تعریفیں بے کار ہو گئی ہیں۔''[۱۹]

ڈاکٹر وزیر آغا کی رائے میں قیامِ پاکستان کے بعد حلقہ اربابِ ذوق سے وابستہ جن ناقدین نے جدید اُردو تنقید کے فروغ میں قابلِ ذکر کردار ادا کیا ان میں مولانا صلاح الدین احمد، ریاض احمد، ڈاکٹر وحید قریشی، پروفیسر حمید احمد خاں، سید عابد علی

عابد، مظفرعلی سید، ڈاکٹر سجاد باقر رضوی، جیلانی کامران، افتخار جالب، ڈاکٹر انیس ناگی، ڈاکٹر تبسم کاشمیری، خواجہ محمد زکریا، سہیل احمد خان اور ڈاکٹر سعادت سعید کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔[۲۰]

حواشی اور حوالے:

۱۔ مضمون، مسئلے کا مسئلہ از سعادت سعید، فنون لاہور، دسمبر ۱۹۷۰ء، جنوری ۱۹۷۱ء، ص: ۲۳۴۔۲۴۵

۲۔ بحوالہ مضمون، افضل بخاری، ویب سائٹ www.saadatsaeed.com ص:۱

۳۔ جہت نمائی از سعادت سعید، لاہور: دستاویز مطبوعات، ۱۹۹۵ء، ص:۹

۴۔ ایضاً، ص:۱۵

۵۔ ایضاً، ص:۲۰

۶۔ ایضاً، ص:۳۰

۷۔ ایضاً، ص:۴۲

۸۔ ایضاً، ص:۵۳

۹۔ ایضاً، ص:۶۰

۱۰۔ ایضاً، ص:۶۳

۱۱۔ ایضاً، ص:۶۹

۱۲۔ ایضاً، ص:۷۹

۱۳۔ ایضاً، ص:۸۹

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۰۰

۱۵۔ ایضاً، ص:۱۰۵

۱۶۔ ایضاً، ص:۱۱۱

۱۷۔ ایضاً، ص:۱۲۳

۱۸۔ آئندہ تمام حوالے کہ جن میں مضمونوں، سیمیناروں، لیکچروں، مذاکروں اور مصاحبوں وغیرہ کا ذکر ہے سعادت سعید کے سی۔ڈی سے لیے گئے ہیں (مملوکہ راقم الحروف)

۱۹۔ جہت نمائی، ص:۹،۱۰

۲۰۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، حلقہ ارباب ذوق اور جدید اُردو تنقید، مشمولہ مقالات: (حلقہ ارباب ذوق)، مرتبہ: سہیل احمد خان، لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، ص: ۳۴۷